تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7منٹ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

قرآنِ عظیم میں اعداد کا استعمال

(ہزار کے ہندسے کے ذکر میں ایمان افروز باتیں)

(تقریر نمبر13)

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ وَ مَاۤ اَدۡرٰٮکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ؕ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ؕ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ۙ سَلٰمٌ ۟ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ (سورۃ القدر)

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا ہے اور تُجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔بکثرت نازل ہوتے ہیں اُس میں فرشتے اور روح القدس اپنے ربّ کے حکم سے۔ہر معاملہ میں۔سلام ہے۔یہ (سلسلہ) طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

(درثمین)

معزز سامعین! چند دنوں سے خاکسار قرآن کریم میں اعداد کے استعمال پر تقاریر کر رہا ہے۔آج **اَلۡف** یعنی ایک ہزار کے ہندسے کی فضیلت، اہمیت اور برکات پر بات کروں گا۔اِس کا کسی حد تک ذکر ہم تقریر نمبر12 میں کر آئے ہیں۔

علمُ الاعداد یعنی Numerology ایک اہم اور دلچسپ علم ہے۔بعض قدیم پرست مسلمان اس علم پر بہت یقین رکھتے ہیں اور وہ ان نمبروں سے قسمت کی فال بھی نکالتے ہیں اور بعض زندگی کا راستہ اِن نمبروں کے سہارے تلاش کرتے ہیں۔ہر حرف کو ایک نمبر دے رکھا ہے۔جیسے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے کل نمبر 786 بناتے ہیں۔

علمُ الاعداد کے مطالعہ سے ایک بات جو سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ اِن اعداد میں سے بعض عدد ایسے ہیں جو کثرت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔جیسے سات کا ہندسہ، 70 کا ہندسہ، 700 کا ہندسہ، 10 کا ہندسہ، 100 کا ہندسہ اور 1000 کا ہندسہ۔اِن تمام کا ذکر ہم گزشتہ تقاریر میں کرتے آرہے ہیں۔جہاں تک 1000 فگرز کا تعلق ہے۔یہ بھی کثرت کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے۔جیسے کہتے ہیں ہزار نعمت اور ایک تندرستی کہ انگنت نعمتیں ایک طرف اور تندرستی ایک طرف، ہزاروں میں ایک یعنی لاتعداد میں، ہزار منہ کی ہزار باتیں۔جتنے مُنہ اُتنی باتیں اور ہزار پر بھاری ہونا یعنی بڑی تعداد پر غالب ہونا۔ہم حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں۔میں حضور پر ہزار جان سے فدا ہوں۔یعنی ایسا عاشق جو اپنی ہر چیز فدا کرنے کو تیار ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

”قرآنِ کریم نے جو یہ کہا کہ ہزار عالَم سے بھی وہ لیلۃُ القدر اچھی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ڈیڑھ ہزار اِس سے اچھا ہے۔بلکہ بات یہ ہے کہ عربوں میں ہزار سے اُوپر کوئی ہندسہ نہ ہوتا تھا۔جب انہوں نے انتہا کی طرف اشارہ کرنا ہوتا تھا تو وہ ہزار کا ہندسہ بولتے تھے۔اِس عربی محاورہ کے مطابق قرآن کریم نے ہزار کا لفظ بولا ہے اور مطلب یہ ہے کہ دنیا کے زیادہ سے زیادہ عالَم مل کر بھی وہ علوم بیان نہیں کرسکتے جو اِس لیلۃ القدر میں نازل ہونے والے کلام یا نازل ہونے والے نبی نے بیان کئے ہیں یا آئندہ ایسے ہی تاریک زمانوں میں خدا تعالیٰ کے ماموربیان کریں گے...عربوں میں ہزار کے معنے انگنت کے ہوتے تھے کیونکہ اُن کے اندر ہزار سے بڑھ کر کسی

گنتی کا رواج نہ تھا۔ جب انہوں نے یہ بتانا ہوتا کہ فلاں چیز تو انگنت ہے تو وہ کہتے تھے کہ وہ تو ہزار ہے۔ پس اِس محاورہ کے مطابق قرآن کریم نے کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یا قرآن کا زمانہ یا ان کے بروز کا زمانہ ہزار مہینہ سے اچھا ہے یعنی اَن گنت مہینوں سے اچھا ہے کوئی دوسرا زمانہ ان کے مقابلہ نہیں کرسکے گا خواہ آئندہ کا زمانہ ہو یا گزشتہ زمانہ ہو۔

عربوں کے متعلق ایک لطیفہ مشہور ہے جس سے اَلْفِ شَھْرٍ کے معنی خوب روشن ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے ایک بدوی سے پوچھا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ اُس نے کہا۔ ہزار دینار دے دیں۔ بادشاہ نے کہا بس! اس سے زیادہ مانگو۔ اس پر وہ بدوی حیرت سے بولا کہ کیا ہزار سے اوپر بھی کوئی چیز ہوتی ہے؟"

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 332-333)

اللہ تعالیٰ نے نو جگہوں پر اَلْفٌ، اَلْفًا کے الفاظ سنگل استعمال فرمائے ہیں۔ جبکہ اَلْفَیْنِ، اٰلَافٌ اور اُلُوْفٌ کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے اَلْفٌ کے الفاظ ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں۔ سورۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے لیلۃُ القدر کا ذکر فرمایا ہے۔ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم کو اُتارا ہے۔ اِس لیلۃُ القدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ ایک ہزار مہینے 83 سال 3 ماہ اور 4 دن بنتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اِس آیت پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"(اِس آیت) کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ زمانہ جس میں قرآن کریم نازل ہوا یا جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئے یا وہ زمانہ جس میں آپ کے بروز کامل نازل ہوں گے ہزار مہینوں سے اچھا ہے۔ یعنی تمام زمانوں سے اچھا ہے... ہزار مہینوں میں چونکہ تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں اس لئے لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ کے یہ معنی ہوئے کہ تم اِس زمانہ کا کیا ذکر کرتے ہو یہ زمانہ تو تیس ہزار زمانوں سے بڑھ کر ہے۔ اگر بعد میں تاریکی کے تیس ہزار دَور بھی آجائیں تب بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بے قیمت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تب بھی یہی کہا جائے گا کہ وہ زمانہ آئندہ آنے والے سب زمانوں سے بڑھ کر تھا۔"

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 333-334)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے اَلْفٌ کا دوسرا استعمال سورۃ البقرۃ آیت 97 میں کیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

"تُو اُنہیں سب لوگوں سے زیادہ زندگی پر حریص پائے گا حتیٰ کہ ان سے بھی (زیادہ) جنہوں نے شرک کیا۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش! وہ ایک ہزار سال عمر دیا جاتا حالانکہ اس کا لمبی عمر دیا جانا بھی اسے عذاب سے بچانے والا نہیں اور اللہ اس پر گہری نظر رکھے ہوئے ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ یہاں یہود کا ذکر کر رہا ہے کہ مشرکین سے زیادہ انہیں دنیا اور اُس کے اموال اِس قدر پیارے ہیں کہ وہ دنیا میں ایک ہزار سال یعنی انگنت زندگی گزارنے کے خواہش رکھتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ایک محدود زندگی ہر انسان کو دیتا ہے اور کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ کے تحت ہر انسان نے زندگی گزار کر اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں دو مقامات پر اَلْفٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ان دو میں ایک یعنی آیت 67 کا ذکر ہم تقریر نمبر 12 میں کر آئے ہیں۔ جبکہ اِسی سورت کی آیت 10 میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو تسلّی دی ہے کہ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اِس سورت کے شروع میں ہی یہ خوشخبری دے دی گئی ہے کہ اِن مشکلات کے نتیجہ میں مؤمنین کی غربت دُور کر دی جائے گی۔

(ترجمۃ القرآن۔ تعارف سورۃ الانفال صفحہ 281)

یعنی اب آپ کی دعاؤں کے طفیل ہزاروں فرشتوں سے تمہاری مدد کی جائے گی۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے اَلْفٌ کے الفاظ سورۃ الحج آیت 48 میں استعمال کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

کہ کوئی دن خدا کے نزدیک تمہاری گنتی کے ہزاروں سال کے برابر ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دن کو جو ہزار سال کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"ایک دن خدا کے نزدیک تمہارے ہزار سال کے برابر ہے پس جب خدا تعالیٰ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دن سات ہیں پس اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ انسانی نسل کی عمر سات ہزار سال ہے جیسا کہ خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ سورۃ العصر کے عدد جس قدر حساب جمل کی رو سے معلوم ہوتے ہیں اسی قدر زمانہ نسلِ انسان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک تک بحساب قمری گزر چکا تھا کیونکہ خدا نے حساب قمری رکھا ہے اور اس حساب سے ہماری اس وقت تک نسلِ انسانی کی عمر

چھ ہزار برس تک ختم ہو چکی ہے اور اب ہم ساتویں ہزار میں ہیں اور یہ ضرور تھا کہ مثیلِ آدم جس کو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہتے ہیں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو جو جمعہ کے دن کے قائم مقام ہے جس میں آدم پیدا ہوا اور ایسا ہی خدا نے مجھے پیدا کیا پس اس کے مطابق چھٹے ہزار میں میری پیدائش ہوئی اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میں معمولی دنوں کی رو سے بھی جمعہ کے دن پیدا ہوا تھا۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 457-458)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ:

"منکروں کو کہا تم پر ایک دن آتا ہے جو تمہارے لئے بوجہ مصائب ہزار برس کا ہو جائے گا۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 159)

اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون سورۃ السجدہ آیت 6 میں بھی بیان فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"وہ فیصلے کو تدبیر کے ساتھ آسمان سے زمین کی طرف اتارتا ہے۔ پھر وہ ایک ایسے دن میں اس کی طرف عروج کرتا ہے جو تمہاری گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔"

(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 721)

پھر آپؒ فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ کے قول یَعۡرُجُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ کا تعلق ہے۔ اُس مدت سے ہے جو گمراہی، فسق اور سرکشی میں گزرے گی اور اِس میں مشرکوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور متقی لوگ بہت تھوڑے رہ جائیں گے اور یہ ایک ہزار سال کا عرصہ ہو گا نہ زیادہ اور نہ کم... حتّٰی کہ تمہاری نگاہوں کے سامنے دجّال کا وجود بھی ظاہر ہو گیا گو گمراہی پہلے بھی موجود تھے لیکن اس کی صدیاں تین صدیوں کے بعد مقدر تھیں۔ کیا تم ان تین صدیوں سے تعلق رکھنے والی حدیث نہیں پڑھتے اور یہ ہزار سال ہر قسم کی گمراہی پر نوع کا شرک و بدعت اور ہر قسم کا فسق اور معصیت اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے اور اِن ہزار سال میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ضائع کیا گیا اور ارتداد کے دروازے کھل گئے۔"

(ترجمہ از مرتب خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 331 حاشیہ)

دراصل اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا زمانہ بتایا گیا ہے اور حدیث اَلۡاٰیَاتُ بَعۡدَ الۡمِأَتَیۡنِ یعنی علامات دو سال کے بعد ظاہر ہوں گی، کی طرف اشارہ ہے۔

ایک اور مقام پر حضورؑ نے واضح طور پر یہ بھی فرمادیا: اِذَا مَضَتۡ اَلۡفٌ وَ مِائَتَانِ وَ اَرۡبَعُوۡنَ سَنَۃً یَبۡعَثُ اللّٰہُ الۡمَھۡدِیَ

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 952)

کہ ایک ہزار دو سو چالیس کے بعد اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث کرے گا۔ اِس میں 1000 سال کا عرصہ وہی ہے جس کا ذکر اوپر سورۃ السجدہ آیت 6 میں ہم کر آئے ہیں جو اندھیرے اور گمراہی کا دَور ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:

"درحقیقت اِس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایک ہزار سال تک مسلمان دنیا میں کمزور ہوتے جائیں گے۔ اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کو قائم کرنے والا مامور آجائے گا اور اسلام پھر مضبوطی سے قائم ہو جائے گا۔"

(فٹ نوٹ تفسیر صغیر۔ السجدۃ:6)

پیارے بھائیو! قرآن کریم میں چھٹی جگہ اَلۡفٌ کا لفظ سورۃ العنکبوت آیت 15 میں استعمال ہوا۔ جہاں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ وہ پچاس سال کم ایک ہزار سال دنیا میں رہا۔ حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

"مراد نوحؑ کی عمر نہیں بلکہ اُن کی نبوت کا زمانہ مراد ہے یا اُن کی قوم کا وہ زمانہ مراد ہے جس میں وہ نیک رہی چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہم السلام کے متعلق فرمایا ہے وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ (سورۃ الصافات:84) یعنی ابراہیمؑ بھی نوحؑ کے اتباع میں سے تھے۔ پس نوحؑ کی عمر اوّل ابراہیمؑ تک لمبی ہوئی اور پھر حضرت یوسفؑ بلکہ حضرت موسیٰؑ تک لمبی ہوئی۔" (تفسیر صغیر فٹ نوٹ صفحہ 515)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کی عمر جو 950 سال بیان فرمائی گئی ہے۔اِس سے ظاہری مراد نہیں بلکہ آپ کی شریعت کی عمر ہے۔
(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع۔فٹ نوٹ صفحہ 653)

سورۃ الصّٰفّٰت آیت 148 کا کچھ ذکر ہم تقریر نمبر 12 میں کر آئے ہیں۔آئیں!سورۃ المعارج آیت 5 کو دیکھتے ہیں۔جس کا ترجمہ یہ ہے۔
”فرشتے اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں صعود کرتے ہیں جس کی گنتی پچاس ہزار سال ہے۔“

(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس کی تفسیر میں کیا خوب لکھا ہے۔آپؓ فرماتے ہیں:
”تَعۡرُجُ: زمین کی تدبیر کے واسطے جو معاملات اوپر پیش ہوتے ہیں۔ان کا ذکر ہے۔

فرشتوں کے چڑھنے اترنے کا ذکر توریت کتاب پیدائش میں بھی ہے۔باب 28 میں لکھا ہے:”سویعقوب بیر سبع سے نکل کے حاران کی طرف گیا اور ایک جگہ میں اترا اور رات بھر وہاں رہا۔کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا اور اس نے اس جگہ کے پتھروں میں سے اٹھا کر اپنا تکیہ کیا اور وہاں لیٹ کے سو گیا اور اس نے خواب دیکھا اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر دھری ہے اور اس کا سرا آسمان کو پہنچا ہے اور دیکھو۔خدا کے فرشتے اس پر چڑھتے اترتے ہیں۔“
آسمانی کتب اور پیشگوئیوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے تغیّرات کے مختلف دورے ہوتے ہیں۔ایک دورہ پچیس سالہ ہوتا ہے،ایک پچاس سالہ،ایک صد سالہ (جو مجدّد کا دَورہ ہے) ایسا ہی ہزار سالہ اور پچاس ہزار سالہ دَورے بھی ہوتے ہیں۔
تاریخ اسلام میں ان تغیّرات زمانہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ایک دَور تیس سال کا تھا۔جبکہ خلافتِ راشدہ ختم ہوئی۔پھر ایک ساٹھ سالہ انقلاب تھا جبکہ امیر معاویہ کا انتقال 60ء (علی صاحبہ التحیۃ والسلام) میں ہوا اور اس کے بعد کوئی صحابی بادشاہ نہ ہوا۔
ایسا ہی ایک دور سو سال کے قریب قریب کا ہے۔جس میں روایت بلاواسطہ ختم ہوگئی اور ایک دور پانچ سو سال کا ہے۔جب کہ سلطنتِ عرب کا خاتمہ ہوگیا اور اسی طرح ایک دور ہزار سال کا ہے۔جس کے بعد اہلِ یورپ کو کمپنیاں بنانے اور تجارت وغیرہ کے لئے باہر نکلنے کا خیال شروع ہوا اور یاجوج ماجوج کے غلبہ کے ابتداء ہوئی۔
اسی طرح ایک دَور پچاس ہزار سال کا بھی ہے۔جس پر ایک انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے۔یہ کوئی تعجّب کی بات نہیں ہے کہ ایک حکم پر پچاس ہزار سال گئے اس کی مثالیں خود دنیا میں موجود ہیں۔کوئی مقدمہ ہو تو محکمہ پولیس میں اس کی کاروائی فوراً ہو جاتی ہے۔مجسٹریٹ ضلع مہینوں کی تاریخ دیتا ہے اور چیف کورٹ میں سالوں کی تاریخ ملتی ہے۔پریوی کونسل میں اس سے زیادہ۔
ایسا ہی قدرت میں اس کا نظارہ موجود ہے۔بعض اناج تین ماہ میں پکتے ہیں،بعض چھ ماہ میں،آم سال کے بعد،کھجور کئی سال بعد،بعض سینکڑوں یا ہزاروں سال کے بعد پکتے ہیں۔“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 208)
سامعین! اب ہم آج کی تقریر کے آخری حصّہ میں داخل ہو رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اَلْفٌ کے جمع کے لئے بھی استعمال فرمائے ہیں۔جیسے اَلْفَيْنَ یعنی دو ہزار،اُلُوْفٌ یعنی ہزاروں (سورۃ البقرۃ:244) اور الاٰفٌ ہزاروں کے معنی میں (آل عمران:126) اَلْفَيْنَ (سورۃ الانفال:66-67) کا ذکر ہم گزشتہ تقاریر میں کر آئے ہیں۔جہاں تک سورۃ البقرۃ میں اُلُوْفٌ کے استعمال کا تعلق ہے۔اس سے بنی اسرائیل مراد ہیں جو فرعون کے ڈر سے مصر سے نکل آئے تھے اور وہ ہزاروں میں تھے۔مُوْتُوْا سے مراد اپنے نفسانی جذبات پر موت وارد کرنے کے ہیں جیسا کہ صوفیاء کا قول ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔

اور سورۃ آل عمران کی آیت 126-127 کا ترجمہ یہ ہے:
”کیوں نہیں۔اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو جبکہ وہ اپنے اسی جوش میں (کھولتے ہوئے) تم پر ٹوٹ پڑیں تو تمہارا ربّ پانچ ہزار عذاب دینے والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرے گا۔ اور اللہ نے یہ (وعدہ) محض تمہیں خوشخبری دینے کے لئے کیا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل اطمینان محسوس کریں اور (امر واقعہ یہ ہے کہ) مدد محض اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے جو کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔“

(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)
یعنی جنگ بدر کا ذکر ہو رہا ہے اور اللہ ضمانت دیتا ہے کہ ہم تین ہزار فرشتوں سے مدد کریں گے۔اگر تم صبر اور تقویٰ سے کام لوگے تو پانچ ہزار سخت عذاب دینے والے فرشتوں سے تمہاری مدد ہوگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ فرماتے ہیں:

”جُوں جُوں انسان کا قرب اللہ سے بڑھتا ہے تُوں تُوں ملائکہ سے زیادہ تعلق پیدا ہوتا ہے۔اِس لیے صبر و تقویٰ سے کام لینے پر بجائے تین ہزار کے پانچ ہزار فرمایا۔“

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 527)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ، چھ وقتوں میں 12 گھنٹے کا دن مراد نہیں۔ اس کی تفسیر ہمارے حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے خوب لکھی ہے۔ ہر چیز کی تکمیل چھ مراتب کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ مثلاً انسان پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر لحماً پھر كَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (المومنون:15)۔ مَیں نے غور کر کے دیکھا ہے کہ انگریزوں کو شریعت سے تعلق نہ تھا مگر ایم اے تک چھ درجے تکمیل کے لئے رکھے ہیں۔

زمین کو پہلے درست کرتے۔ پانی دیتے، بیج ڈالتے ہیں۔ دو دن میں یہ کام ہوا ہے اور چار دن کے بعد بیج اُگتا ہے۔ کُل چھ دن ہوئے۔ قرآن کریم میں یوم بہت معنوں میں آیا ہے۔ ایک ان بارہ گھنٹوں سے لے کر سال، ہزار سال، پچاس ہزار برس تک کے معنوں میں آیا ہے۔ مطلق وقت کے معنوں میں بھی جتنے میں وہ واقعہ ہو گیا، جیسے یوم حنین۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ (ابراہیم:4)

اِسْتَوٰى کے معنی ہیں ٹھیک۔ یعنی اس کے تحت سلطنت میں کوئی نقص نہیں۔ پھر تمام کائنات کا وراء الوراء اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس لئے اس کے معنی علیٰ بھی درست ہیں۔ بعض نے کہا ہے معنے ظاہر ہیں۔ مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ اس کی مثال سنئے جیسے بیٹھا۔ اب جیسا جیسا کوئی موصوف ہو ویسے ویسے معنی ہوں گے۔ 1۔ مثلاً مَیں بیٹھ گیا۔ 2۔ دیوار بیٹھ گئی۔ 3۔ ساہوکار تھا اب بیٹھ گیا۔ 4۔ ہندوستان کے تخت پر یورپ کا بادشاہ بیٹھا ہے۔ 5۔ فلاں شخص کی محبت یا اس کا کلام یا بُغض فلاں کے دل میں بیٹھ گیا۔ یہ سب ”بیٹھے“ الگ الگ معنے رکھتے ہیں۔ پس اسی طرح اِسْتَوٰى تو عام ہے مگر اللہ کا اِسْتِوَاء ایک خاص شان رکھتا ہے۔ وہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (شوریٰ :12) پس اِسْتَوٰى بھی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ ہے۔ خدا کی ہر صفت کا یہی حال ہے... خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ: سمٰوٰت کے ساتھ ایام کا ذکر نہیں البتہ ارض کے لئے چھ وقتوں کا ذکر کیا اور یہ روز کا مشاہدہ ہے کہ چھ وقتوں میں زمین بنتی ہے فصل پکتی ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد2 صفحہ 208-209)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”یہ دعویٰ ہے جو اس کتاب کا ہے اگر تم پاک دل ہو کر اس کی طرف آؤ گے، ہر کانٹے سے ہر جھاڑی سے جو تمہیں الجھا سکتی ہے، تمہیں بچنے کی تمنا ہے اور نہ صرف تمہیں بچنے کی تمنا ہے بلکہ اس سے بچنے کی کوشش کرنے والے بھی ہو اور تمہارے دل میں اگر اس کے ساتھ خدا کا خوف بھی ہے، اس کے حکموں پر چلنے کی کوشش بھی اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خواہش اور تڑپ بھی ہے پھر یہ کتاب ہے جو تمہیں ہدایت کی طرف لے جائے گی اور جب انسان، ایک مومن انسان، تقویٰ کے راستوں پر چلنے کا خواہشمند انسان قرآن کریم کو پڑھے گا، سمجھے گا اور غور کرے گا اور اس پر عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ اس ذریعے سے ہدایت کے راستے بھی پاتا چلا جائے گا اور تقویٰ پر بھی قائم ہوتا چلا جائے گا، تقویٰ میں ترقی کرتا چلا جائے گا اور قرآن کریم کی ہدایت تمہیں دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب کرے گی۔ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کو پانے والے بھی ہو گے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 24/ستمبر 2004ء)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡